1964_6_312_321

6 ایس۔سی۔آر سپریم کورٹ رپوٹس 1964

فدی

بنام

دی اسٹیٹ آف مدھیہ پردیش

24 جنوری 1964

ایم۔ہدایت اللہ اور رگھوبر دیال جسٹسز

ملزم کی طرف سے پہلی معلومات کی رپوٹ-ثبوت میں قبولیت-انڈین فرسٹ انفارمیشن ایویڈنس ایکٹ 1872(1 آف 1872)،دفعات 21،25-ضابطہ فوجداری،1898(v آف 1898)،دفعہ 162۔

درخواست گزار کی جانب سے درج کرائی گئی ایف۔آئی۔آر پر اس کے سوتیلے بیٹے کی لاش برآمد ہوئی۔پولیس نے مجرم ہونے کا اشارہ دیتے ہوئے تین دیگر افراد کو گرفتار کیا،لیکن تحقیقات کے نتیجے میں،اپیل کنندہ کو قتل کے مقدمے کی تحویل کے لئے بھیج دیا گیا اور موت کی سزا سنائی گئی۔ہائی کورٹ نے سزا اور سزا کی توثیق کی۔خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل پر یہ دلیل دی گئی تھی کہ ایف آئی آر ثبوت کے لحاظ سے نا قابل قبول ہے اور اس لئے اسے ریکارڈ پر نہیں لیا جانا چاہئے تھا۔

منعقد: دلیل میں کوئی طاقت نہیں تھی۔رپورٹ نہ تو ملزم کا اعتراف تھا اور نہ ہی تفتیش کے دوران کسی پولیس افسر کے سامنے دیا گیا بیان تھا۔ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 25 اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 اس کی قبولیت پر پابندی نہیں لگاتی ہیں۔یہ رپورٹ ملزم کی جانب سے بعض حقائق کا اعتراف تھی جس کا تعلق عدالت کی جانب سے طے کیے جانے والے سوال پر تھا کہ قتل کیسے اور کس کے ذریعے کیا گیا،یا عدالت میں استغاثہ کے گواہوں کے بعض بیانات کے درست ہونے سے انکار کرنے والا ملزم کا بیان درست تھا یا نہیں۔ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 21 کے تحت ثبوت میں اعتراف قابل قبول ہے اور ملزم کا اعتراف اس کے خلاف ثابت کیا جا سکتا ہے۔

دل سنگھ بنام کینگ ایمپرر،L.R 44 I.A.137 نے درخواست دی۔

نثار علی بنام ریاست یو پی (1957) ایس سی آر 657،جسے سمجھا اور ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

ریاست بنام بالاچند.A.I.R 1960 Raj.101 ریاست راجستھان بنام شیو سنگھ .A.I.R 1962 Raj.3 اور ایلوہڈیا بنام ریاست ،All.L.J.340 کا حوالہ دیا گیا۔

فوجداری اپیلیٹ دائرہ اختیار: 1963 کی فوجداری اپیل نمبر 210۔

مدھیہ پردیش ہائی کورٹ (گوالیار بنچ) کے 27 جولائی 1963 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے 1963 کی فوجداری اپیل نمبر 83 اور 1963 کے فوجداری ریفرنس نمبر 4 میں اپیل کی گئی۔

اپیل کنندہ کی طرف سے کے۔کے۔لوتھرا۔

جواب دہندہ کے لئے آئی۔این۔شروف۔

24 جنوری 1964ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

رگھوبر دیال جسٹس: فدی نے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے اس حکم کے خلاف خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل کی جس میں ایڈیشنل سیشن جج مورینا کے ذریعہ دفعہ 302 آئی پی سی کے تحت اس کی سزا اور موت کی سزا کی توثیق کی گئی تھی۔

بدھو کی بیوہ، جے بائی نے اپنے شوہر بدھو کی موت کے کچھ سال بعد فدی کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔فدی اور جے بائی پہلے آگرہ میں رہتے تھے، لیکن بعد میں مورینا منتقل ہو گئے۔ جۓ بائی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام گلاب تھا۔گلاب کی عمر ۱۱ سال تھی اور وہ گاؤں تورکھیڑا میں اپنے پھوپا راملے کے گھر رہتا تھا۔وہ 1961 میں ساون سے وہاں رہ رہے تھے۔

گلاب کی لاش 21 جنوری 1963 کو گاؤں جراح کے ایک کنویں سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ اس دن شام 5:15 بجے مورینا کے مردہ خانہ پہنچے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسے دوپہر ایک بجے جائے وقوعہ سے روانہ کیا گیا تھا، جانچ کے بعد ڈاکٹر نگم کو کھوپڑی پر چوٹ ملی اور انہوں نے رائے ظاہر کی ہے کہ پوسٹ مارٹم کے دو یا تین دن کے اندر اس چوٹ کی وجہ سے لڑکے کی موت ہوگئی۔انہوں نے عدالت میں کہا کہ پھیپھڑوں یا پیٹ یا گلے یا درمیانی کان میں کوئی پانی نہیں پایا گیا۔اس سے گلاب کے ڈوبنے سے مرنے کے امکان کو خارج کر دیا گیا ہے۔

تحقیقات کے نتیجے میں، اپیل کنندہ اور بنواری نامی شخص کو گلاب کے قتل کے مقدمے کی تحویل کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔تحقیقات کے طریقہ کار کا مشاہدہ کرنا دلچسپ ہے۔ پولیس کو 20 جنوری 1963 کی رات 9 بجے تک اس جرم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، جب درخواست گزار خود پولیس اسٹیشن، سروئی چولا گیا، اور اس میں ایف آئی آر درج کرائی، جس میں کہا گیا کہ 20 جنوری 1962 کی صبح ہڈپائی کے پیپل درخت

کے قریب کنویں میں جھانکنے پر، اس نے اپنے بیٹے کو کنویں میں مردہ پایا۔ اس سے پہلے، انہوں نے لاش کو دیکھنے کے واقعات بیان کیے تھے اور حقائق کو بیان کرتے ہوئے رام لے، بھنتا اور ایک سائیکل سوار پر لڑکے گلاب کے قتل کے جرم کا الزام لگایا تھا۔ یہ وہ معلومات تھیں جو پولیس کو کنویں تک لے گئیں اور لاش کی برآمدگی تک پہنچ گئیں۔

پولیس نے 26 جنوری تک مجرموں رام لے، بھنتا اور سائیکل سوار کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہ افراد 8 سے 11 دن تک جیل میں رہے۔ دریں اثنا، 26 جنوری کو سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے حکم پر، سرکل انسپکٹر، نجف محمد خان نے راجندر سنگھ سے تفتیش کا کام سنبھال لیا، جو سرائی چولا پولیس اسٹیشن کے ایس ایچ او تھے۔ سرکل انسپکٹر نے 27 جنوری کو فدی کو گرفتار کیا۔ دیگر گرفتار افراد کو مقررہ وقت پر رہا کر دیا گیا۔ فدی سرکل انسپکٹر کو گھر لے گیا اور گلاب کے شارٹس کا ایک جوڑا نکال کر سرکل انسپکٹر کے حوالے کر دیا۔ رام لے، بھنتا عرف دھنٹا اور شیام لال سے بالترتیب استغاثہ کے گواہ نمبر 15، 4 اور 5 کے طور پر پوچھ گچھ کی گئی ہے۔

درخواست گزار کی سزا واقعاتی شواہد پر مبنی ہے، اس بات کا کوئی براہ راست ثبوت نہیں ہے کہ اس نے گلاب کو کنویں میں پھینک کر یا پہلے قتل کر کے قتل کیا اور پھر لاش کو کنویں میں پھینک دیا۔ ٹرائل کورٹ نے جن حالات کو قبول کیا وہ یہ تھے:

1. فدی 19 جنوری 1962 کو دوپہر کے وقت رام لے کے گھر گئے اور رام لے سے کہا کہ وہ لڑکے کو اپنے ساتھ بھیج دیں۔ گلاب اس وقت کھیتوں میں تھا۔ کھانا کھانے کے بعد، جب شیاما پہنچی تو فدی اچانک وہاں سے چلا گیا اور گلاب کی ماں کی طرف سے رام لے کو پیغام دیا کہ لڑکے کو کسی کے ساتھ نہ بھیجا جائے۔ فدی نے گلاب کو زبردستی کھیتوں سے پکڑا اور لے گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک بنواری جسے بری کر دیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت فدی کے ساتھ تھا۔

2. 19 جنوری کی سہ پہر کو فدی کے لے جانے کے بعد گلاب کو زندہ نہیں دیکھا گیا تھا۔ ان کی لاش 21 جنوری کی شام برآمد ہوئی۔ فدی اس بارے میں کوئی تسلی بخش وضاحت نہیں دے سکے تھے کہ انہوں نے اور گلاب نے کمپنی سے علیحدگی کیسے اختیار کی۔

3. فدی اس جگہ کو جانتا تھا جہاں گلاب کی لاش پڑی تھی۔ یہ پولیس کو اس کی اطلاع تھی جس کی وجہ سے انہوں نے لاش برآمد کی۔ ان کا یہ بیان کہ انہوں نے 20 جنوری کی صبح تیرتی ہوئی لاش کو نوٹ کیا تھا، غلط تھا، کیونکہ ڈاکٹر نگم کی رائے کے مطابق، لاش تقریباً دو دن کے بعد اوپر آ سکتی ہے اور پانی میں تیر سکتی ہے۔ بازیابی کے عینی شاہدین نے بیان دیا کہ وہ لاش کو تیرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے اور اسے زاویوں کے

استعمال سے بازیاب کرنا تھا۔

4. ملزم کا جئے بائی اور استغاثہ کے دو دیگر گواہوں یعنی جمی پال اور سمپتی کے سامنے گلاب کے قتل کے بارے میں اعتراف جرم۔

.5 برآمد ہونے والے شارٹس کا جوڑا وہ تھا جو گلاب نے اس وقت پہنا ہوا تھا جب اسے فدی لے گیا تھا۔

ہائی کورٹ نے اعتراف جرم اور اپیل کنندہ کے قبضے سے شارٹس کے جوڑے کی بازیابی پر بھروسہ نہیں کیا، اور ہم صحیح سمجھتے ہیں۔ اعتراف جرم کے بارے میں شواہد متضاد اور ناقابل یقین ہیں۔ بھگوان سنگھ اور راملے نے گواہی دی کہ متوفی نے برآمد شدہ شارٹس کا جوڑا پہنا ہوا تھا، اس وقت اپیل کنندہ اسے لے گیا تھا۔ بھگوان سنگھ جانچہ شناخت کے لئے نہیں گئے۔ ملزم سے اس وقت پوچھ گچھ نہیں کی گئی کہ متوفی نے یہ شارٹس پہن رکھے تھے جب اسے گاؤں سے لے جایا گیا تھا۔

ہائی کورٹ نے دیگر حالات کو یہ ثابت کرنے کے لئے کافی سمجھا کہ اپیل کنندہ نے گلاب کے قتل کا ارتکاب کیا تھا۔ لہذا اس نے سزا اور سزا کی تصدیق کی۔

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے ہمیں تمام ثبوتوں کے ذریعے لیا ہے اور اس پر تبصرہ کیا ہے۔ انہوں نے دلیل دی ہے کہ ثبوت ناقابل اعتماد ہیں اور ذیل کی عدالتوں کو انہیں قبول نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ہم نے ان کی تنقید پر غور کیا ہے اور ہماری رائے ہے کہ مندرجہ ذیل عدالتوں نے ثبوتوں کی صحیح تعریف کی ہے۔ ہمارے لئے اس پر دوبارہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ درخواست گزار نے 19 جنوری کی دوپہر کے بعد راملے کے گھر جانے اور گلاب کو اس گاؤں سے زبردستی لے جانے سے انکار کیا ہے، لیکن اس نے رپورٹ درج کرنے اور زاویہ کی مدد سے کنویں سے لاش کی برآمدگی کو قبول کیا ہے۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اوتم پور کے للا رام نامی شخص کی ٹیوشن پر رپورٹ درج کرائی تھی۔ انہوں نے نہ تو یہ بتایا ہے کہ انہیں اتنی تربیت کیوں دی گئی اور نہ ہی انہوں نے اپنے الزام کی حمایت میں کوئی ثبوت پیش کیا۔ درخواست گزار نے اپنی رپورٹ میں استغاثہ کے الزامات کو اس مرحلے تک تسلیم کیا کہ وہ گلاب کو گاؤں تورکھیڑا سے زبردستی لے گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ راملے، بھٹا اور تیسرے شخص شیام لال نے انہیں جان سے مارنے کی دھمکی دی، گلاب کے جسم سے پاجامہ اور آدھا پینٹ نکالا اور لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر ہڈپائی کے پیپل درخت کے قریب کنویں پر بیٹھ گئے۔ درخواست گزار نے قریب ہی اپنے آپ کو ان کی نظروں سے پوشیدہ رکھا۔ اس نے کنویں میں کسی چیز کے

پھینکے جانے کی آواز سنی۔ اس کے بعد وہ تینوں لوگ بھاگ گئے، لیکن وہ خود پوری رات وہیں بیٹھے رہے اور پھر اگلی صبح کنویں میں جھانکنے پر، کنویں میں اپنے بیٹے کی لاش دیکھی۔ اس کے بعد وہ مور ینا گئے، جبر سنگھ، وکیل اور چھوٹے سنگھ سے مشورہ کیا اور انہیں رپورٹ درج کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے راملے، بھٹہ اور سائیکل سوار پر اپنے بیٹے گلاب کو کنویں میں پھینک کر قتل کرنے کا الزام ضرور لگایا۔

یہ رپورٹ اپیل کنندہ کا اعترافی بیان نہیں ہے۔ وہ ایسا کچھ نہیں بتاتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ لڑکے کا قاتل تھا۔ یہ عام طور پر ایف آئی آر ہے جو کسی متاثرہ شخص یا اس کی طرف سے کسی نے مبینہ قاتلوں کے خلاف درج کرائی ہے۔ فاضل سیشن جج اور ہائی کورٹ نے اس رپورٹ میں اپیل گزار کے بیانات پر غور کیا جو راملے اور دیگر کے طرز عمل کی وجہ سے گلاب سے ان کی علیحدگی کی وضاحت کرنے کے لئے گیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ بیانات جھوٹے تھے۔ یہ ایک طرح سے جائز تھا کیونکہ گلاب کی گمشدگی کا ذمہ دار اپیل کنندہ پر تھا جب استغاثہ کے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اپیل کنندہ گلاب کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس کے علاوہ درخواست گزار نے رپورٹ میں جو کچھ کہا تھا، اس نے گمشدگی کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے، انہوں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ وہ گلاب کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ معاملے کے اس پہلو کے بارے میں ثبوت راملے، شیام لال اور بھگوان سنگھ کے بیان پر مشتمل ہے جسے ذیل کی عدالتوں نے قبول کیا ہے۔

ہائی کورٹ نے اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ اپیل کنندہ کو معلوم تھا کہ متوفی کی لاش کہاں ہے کیونکہ اس نے رپورٹ میں جو کہا تھا اس کی بنیاد پر پولیس گاؤں جراہ کے کنویں میں گئی اور لاش برآمد کی۔ ملزم نے عدالت میں کوئی وضاحت نہیں دی کہ اسے اس کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔ انہوں نے ری پورٹ میں جو کچھ کہا تھا اس پر غور کیا گیا تھا اور اسے غلط پایا گیا تھا اور خاص طور پر اپیل کنندہ کے اپنے طرز عمل کے پیش نظر۔ اس بات پر صحیح زور دیا گیا ہے کہ اگر راملے اور دیگر لوگ گلاب کو زبردستی ان سے چھین لیتے، تو اپیل گزار عام طور پر ان لوگوں کی پیروی کرنے میں اپنا وقت ضائع کیے بغیر، اس کے بارے میں کچھ کارروائی کرتا۔ یہاں تک کہ اگر وہ ان کا پیچھا کرنے میں دلچسپی رکھتا تھا اور کنویں کے اندر کسی چیز کے پھینکے جانے کی آواز بھی سنی تھی اور ان لوگوں کو بھاگتے ہوئے بھی دیکھا تھا تو اس کے پاس پوری رات اس جگہ پر چھپنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ جو کچھ اس نے مشاہدہ کیا تھا اس کے بارے میں اسے لوگوں کی تشکیل کرنی چاہیے تھی کیونکہ اسے شک تھا کہ ان لوگوں نے گلاب کے ساتھ شرارت کی ہے۔

ہائی کورٹ نے اپیل گزار کے اس بیان کی درستگی کو بھی مدنظر رکھا کہ اس نے **20** جنوری کی صبح کنویں میں تیرتی ہوئی لاش دیکھی تھی۔ درخواست گزار کی طرف سے دلیل دی گئی ہے کہ فرسٹ انفارمیشن رپورٹ

ثبوت میں نا قابل قبول ہے اور اس لئے اسے ریکارڈ پر نہیں لیا جانا چاہئے تھا۔ اس کی حمایت میں نثار علی بنام ریاست اتر پردیش (1957ء ایس سی آر 657) کے نام سے رپورٹ کیے گئے کیس پر انحصار کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس دلیل پر غور کیا ہے اور اس میں کوئی طاقت نظر نہیں آتی۔

رپورٹ اپیل کنندہ کا اعتراف نہیں ہے۔ یہ تفتیش کے دوران کسی پولیس افسر کو دیا گیا بیان نہیں ہے۔ ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 25 اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 اس کی قبولیت پر پابندی نہیں لگاتی ہیں۔ یہ رپورٹ ملزم کی جانب سے کچھ حقائق کا اعتراف ہے جس کا عدالت کی جانب سے نظر انداز کیے جانے والے سوال پر اثر پڑتا ہے، جیسے گلاب کا قتل کیسے اور کس کے ذریعے کیا گیا، یا عدالت میں استغاثہ کے گواہوں کے بعض بیانات کی صداقت سے انکار کرنے والا اپیل کنندہ کا بیان درست ہے یا نہیں۔ ایکٹ کی دفعہ 21 کے تحت اعتراف کو ثبوت کے طور پر قابل قبول قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ 17 میں اعتراف کو زبانی یا دستاویزی بیان کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جو کسی بھی حقیقت یا متعلقہ حقائق کے بارے میں کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے، اور جو کسی بھی شخص کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد، ایکٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ دفعہ 21 میں کہا گیا ہے کہ داخلہ متعلقہ ہے اور اسے بنانے والے شخص کے خلاف ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دفعہ 21 کی مثالیں (سی)، (ڈی) اور (ای) ان حالات کی ہیں جن میں ایک ملزم اپنے اعترافات کو ثابت کر سکتا ہے جو اس کے حق میں جاتے ہیں کیونکہ دفعہ 21 میں مذکور استثنیات کے پیش نظر کہ داخلے کرنے والے شخص کے ذریعہ ثابت نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ لہذا یہ واضح ہے کہ ملزم کا اعتراف اس کے خلاف ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح کے حالات میں نجی کونسل، جو بہت پہلے دل سنگھ بنام کینگ ایمپرر (L.R 44 I.A 137) میں منعقد کی گئی تھی، اس طرح کی ایف آئی آر کو ثبوت کے طور پر قابل قبول قرار دیا گیا تھا۔ اس معاملے میں صفحہ 142 پر کہا گیا ہے:

انہوں نے کہا کہ مقدمے کی سماعت کے دوران دل سنگھ کی جانب سے بیان دی گئی کہانی کا موازنہ اس دستاویز سے کرنا ضروری ہے جو انہوں نے پولیس کو دی گئی رپورٹ میں کہی تھی، جس پر انہوں نے دستخط کیے تھے، ایک ایسی دستاویز جو کافی حد تک تصدیق شدہ ہے۔ یہ رپورٹ واضح طور پر قابل قبول ہے۔ یہ کسی بھی لحاظ سے اعتراف نہیں تھا۔ جیسا کہ اس کی شرائط سے ظاہر ہوتا ہے، یہ موہن اور جھونی کے خلاف اس حملے کے سلسلے میں دی گئی جانکاری یا الزام کی نوعیت میں تھا جو مبینہ طور پر دل سنگھ پر ہڈوا سے جبل پور جاتے ہوئے کیا گیا تھا۔ اس طرح یہ بیان ان کے خلاف مناسب ثبوت ہے......

یہ مشاہدہ کیا جائے گا کہ یہ بیان کئی مقامات پر دل سنگھ کے بعد عدالت میں بیان کیے گئے بیان سے

مکمل طور پر مختلف ہے۔ سیشن جج نے اس دستاویز کو اپنے دفاع کو بدنام کرنے کے طور پر دیکھا۔ اسے استغاثہ کی کہانی اور دل سنگھ کے لئے بتائی گئی کہانی کے درمیان فیصلہ کرنا تھا۔"

درخواست گزار کے فاضل وکیل نے کہا کہ اس کیس کے حقائق کچھ معاملات میں اس کیس کے حقائق سے مختلف تھے۔ اس طرح کا فرق، اگر کوئی ہے، تو رپورٹ کی قبولیت کے سوال پر کوئی اثر نہیں ڈالتا ہے۔ رپورٹ کو قابل قبول قرار دیا گیا کیونکہ یہ اعتراف نہیں تھا اور یہ عدالت کے سامنے معاملے کا تعین کرنے میں مددگار تھا۔

نثار علی کے کیس (1957ء ایس سی آر 657) میں عدالت کی طرف سے بات کرنے والے کپور۔ جے نے حقائق بیان کرنے کے بعد کہا:

اس رپورٹ کی قبولیت پر اعتراض اٹھایا گیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسے شخص کی طرف سے کی گئی تھی جو شریک ملزم تھا۔ ایف آئی آر کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے اور اس کا استعمال صرف دفعہ 157، ایویڈنس ایکٹ کے تحت بنانے والے کے بیان کی توثیق کرنے یا اس ایکٹ کی دفعہ 145 کے تحت اس کی مخالفت کرنے کے لئے کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ خود ملزم بن جاتا ہے تو اسے مقدمے میں بنانے والے کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی دوسرے گواہوں کی تصدیق یا مخالفت کرنے کے لئے۔ لہذا، اس معاملے میں، یہ ثبوت نہیں ہے" .

ان مشاہدات کی بنیاد پر درخواست گزار کے لئے یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس کی رپورٹ ثبوت کے لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔ بظاہر یہ لفظ 'اسے مقدمے کی سماعت کے دوران بنانے والے کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا اگر وہ خود ملزم بن جاتا ہے۔ لیکن ہمیں ایسا لگتا ہے کہ جس تناظر میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور جن حالات میں ہم نے اس کیس کے ریکارڈ سے تصدیق کی ہے، سیشن جج نے نثار علی کے خلاف بری کیے گئے شریک ملزم کی جانب سے درج کرائی گئی ایف آئی آر کو یقینی طور پر ناقابل قبول قرار دیا تھا، اور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں اس کا بالکل بھی حوالہ نہیں دیا تھا، یہ مشاہدہ دراصل ایک فرسٹ انفارمیشن رپورٹ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس کے بنانے والے کے اعتراف کی نوعیت میں ہے۔ ظاہر ہے کہ اعترافی ایف آئی آر کو ملزم ہونے کی صورت میں بنانے والے کے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا اور ضروری نہیں کہ اسے شریک ملزم کے خلاف استعمال کیا جائے۔ مزید برآں مذکورہ بالا مشاہدے کا آخری جملہ اہم ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت کا مطلب یہ تھا کہ شریک ملزم قدرت اللہ کی جانب سے دائر کی گئی پہلی ان فارمیشن رپورٹ نثار علی کے خلاف ثبوت نہیں تھی۔ اس عدالت کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس معاملے میں اس بات کا تعین

نہیں کرنا تھا کہ ایف آئی آر جو اعتراف جرم نہیں ہے اسے ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 21 کے تحت اعتراف کے طور پر یا اس ایکٹ کی کسی اور شق کے تحت متعلقہ بیان کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ راجستھان ہائی کورٹ نے ریاست بنام بالچند (اے آئی آر 1960 راج 101) اور ریاست راجستھان بنام شیو سنگھ (اے آئی آر 1960 راج 3) اور الہ آباد ہائی کورٹ نے الہڈیا بنام ریاست (1959 ایل جے 340) میں اس طرح سمجھا ہے۔

لہٰذا ہمارا ماننا ہے کہ اپیل کنندہ کی جانب سے درج کرائی گئی ایف آئی آر کی قبولیت پر اعتراض درست نہیں ہے اور مندرجہ ذیل عدالتوں نے ثبوت کے طور پر اسے صحیح طور پر تسلیم کیا ہے اور اس کا مناسب استعمال کیا ہے۔

ہائی کورٹ کی جانب سے قائم کردہ حالات ہماری رائے میں اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کافی ہیں کہ گلاب کو درخواست گزار نے قتل کیا تھا جو آخری شخص تھا جس کی صحبت میں متوفی کو زندہ دیکھا گیا تھا اور جو جانتا تھا کہ لاش کہاں پڑی ہے اور جس نے اس کی طرف سے درج کرائی گئی رپورٹ میں اس کے بارے میں غلط وضاحت کی اور عدالت میں کوئی وضاحت نہیں کی کہ وہ متوفی سے کیسے جدا ہوا۔

لہٰذا ہم اپیل مسترد کرتے ہیں۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
I attest to the accuracy and authenticity of this document

12.06.24